(۱۴) آزادیٔ ہند

سعید: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جمال: وعلیکم السلام۔ ہندوستان زندہ باد، زندہ باد۔

سعید: مولوی صاحب! کیابات ہے کہ آج تو آپ خوشی کے مارے غبارے کی طرح پھولے چلے جارہے ہیں اور ہاتھ میں یہ اونچا سا ڈنڈا مع ترنگا جھنڈا لے کر کہاں کا ارادہ ہے؟ کیا کسی پروگرام کی رونق بڑھانے یا گھٹانے کو تشریف لے جارہے ہیں۔

جمال: ارے بھائی جان! تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ ہندستان میں رہتے ہوئے بھی لگتا ہے کہ اِس کی تاریخ اور انقلابات کی کہانی سے بالکل پیدائشی جاہل نظر آرہے ہیں، جب کہ بچہ بچہ کو یہ بات معلوم ہے کہ تاریخ ہند میں دو دن یعنی ۲۶ر جنوری اور ۱۵راگست کو یادگاری اور تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ ۱۵راگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۸ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بروز جمعہ کو اس لیے، کہ برسوں کی اَن گنت اور لاتعداد؛ جان کی قربانیوں کے بعد جب ''تن کے گورے من کے کالے'' انگریزوں کے آہنی اور خونی پنجوں سے آزادی کی بہار نصیب ہوئی تھی اور ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء بروز جمعرات کو اپنا ملکی قانون عمل میں آیا تھا۔ آج کا یہ پروگرام بھی اُسی تاریخ یعنی ۱۵راگست ۱۹۴۷ء کی ایک روشن یادگار ہے۔ جسے منانے کے لیے ہم تشریف لے جارہے ہیں۔ آپ بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہی چلیں اور وطن کی آبرو پر قربان ہونے والے شہیدوں کی روح کو خراج عقیدت اور سلامی پیش کریں۔

سعید: مولوی صاحب! میرا موضوع گفتگو ہی الگ ہے جس کی بنا پر تاریخی معلومات

نہیں کے برابر ہے لیکن دل چسپی ضرور ہے اسی لیے حاضر خدمت ہوا ہوں تا کہ آپ سے یہ معلوم کروں کہ کتنی قربانیوں کے بعد آزادی کا سورج دیکھنے کو ملا اور غلامی کی زندگی سے اہل وطن کو کیسے نجات حاصل ہوئی؟

جمال: تو سنو! آج ہندوستان کی سال گرہ یعنی ۱۵راگست ہے۔ ملکِ عزیز نے آزادی کی عمر کی ۶۵ر بہاریں دیکھ لی ہیں اور یہ سب؛ اُسی روشن دن کی یادگار ہے جس دن ڈیڑھ سو سالہ قربانی کے بعد انگریزوں کی غلامی سے ہندوستان کو نجات ملی تھی اور محبوب وطن پر آزادی کا سورج چمکا تھا جو کہ آج بھی اپنے اسلاف اور مجاہدین آزادی کی روایات کو یادگار کے طور پر منایا اور شہیدان وطن کو خراج عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔

سعید: محترم! یہی سوال ایک زمانہ سے ہمیں کینسر کی طرح پریشان کر رہا اور دیمک کی طرح اندر سے چاٹ رہا تھا، چوں کہ تاریخ کے ساتھ تھوڑی سی دل چسپی، انسیت اور لگاؤ ہے اور پھر ہمارا یہ پیارا ملک جو صدیوں سے غلامی کے آہنی پنجوں میں جکڑا ہوا تھا، ہر ہندوستانی باشندے کا خون انگریزوں کے پانی سے بھی سستا؛ بل کہ بے قیمت ہو گیا تھا اور جب محبِّ وطن کے خون سے رنگا رنگ ہو کر اِس ملک کو آزادی کی دولت ملی، تو کیا مولانا صاحب؛ مسلمانوں نے بھی کوئی ایسا روشن کردار پیش کیا ہے جس کو تاریخ کے سنہرے اوراق میں تھوڑی سی بھی جگہ نصیب ہو سکے؟

جمال: حقیقت تو یہی ہے کہ ؎

اگر اس ملک کی حالت سنانے لگیں گے
تو پتھر بھی آنسو بہانے لگیں گے

محترم! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانان ہند نے جنگ آزادی میں بنیادی

جنگ سے لے کر صبحِ آزادی تک ہر ایک موڑ پر امتیازی کردار ادا کیا ہے ؎

چمن کے ذرے ذرے کو پلایا ہے لہو ہم نے
گلوں کی بات کیا خاروں کو بھی پیاسا نہیں چھوڑا

اور انگریزوں کا اس ملک سے بوریا بستر سمیٹ کر اور گول کروانے کے بعد ہی سکون وچین کا سانس لینا گوارہ کیا۔ ہم نے ہر گوشۂ ملک پر اپنا خون نچھاور کر کے آزادی حاصل کی ہے۔ جس کی ایک ہلکی سی جھلک شاملی کے میدان میں چل کر دیکھی جاسکتی ہے کہ جنگِ آزادی لڑنے اور وطن عزیز کے گلے سے غلامی کا طوق اتارنے کی خاطر اِس میدانِ کارزار کے اندر دو لاکھ صرف مسلمان شریک تھے اور ان میں بھی ۵۱۰۰۰ رعلمائے کرام شامل تھے۔ اور یہ آزادی کی لازوال اور بیش قیمت دولت ہمیں ہندوستان میں ''دان'' کی بنیاد پر نہیں؛ بل کہ ''بلیدان'' کی بنیاد پر ملی ہے۔

سعید: آخر اس حصولِ آزادی کا ولولہ اور جوش مسلمانوں کے اندر کیسے پیدا ہوا؟

جمال: اِس کا سبب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتویٰ بنا جو انہوں نے اپنی دُور رس اور دور بیں آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ۱۸۰۳ء میں جاری کیا کہ ''ہندوستان دارُالحرب ہے'' اس فتویٰ کے جاری ہونے کی دیر تھی کہ انگریزوں کی نیندیں حرام ہوگئیں، ان کے سبھی خواب اور تمناؤں پر یہ فتویٰ برق بے اماں بن کر گر پڑا، ان کا بنایا ہوا خیالی تاج محل کا نقشہ دم بھر میں زمیں بوس ہوگیا، اوران کی ساری امنگیں اور تمنائیں انگلستان کے قبرستان میں دفن ہوگئیں۔

سعید: تو پھر کیوں حکومت ہند مسلمانوں کی اِن قربانیوں کو دفنا کر اُن کے جائز حقوق کو

بھی فراموش کر رہی اور ان کے ساتھ ہر دم اور ہر قدم پر سوتیلا سلوک کر رہی ہے آخر اس کی بنیادی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

جمال: جب آزادی کا پروانہ ملا تو معماران وطن اور دیش کے قانون کو ترتیب دینے والے روشن دماغ دانشوروں اور مفکروں نے خاص طور پر اِس بات کا خیال رکھا اور اہتمام کیا تھا کہ ہندوستان کے ایک سیکولر ملک ہونے کی بنیاد پر سب کے ساتھ برابر کا سلوک ہو، سب کو برابر کا درجہ ملے اور سبھی کو مذہبی آزادی نصیب ہو۔ لیکن افسوس اسی بات کا ہوتا ہے کہ ہم مسلمان قوم تو بس، کیکڑے کی طرح ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں ہی لگے رہے اور ہمارے آپسی اختلافات کی وجہ سے ہندوستان پر اُن فرقہ پرست دھوتی پرشاد کا قبضہ ہوگیا جن کا آزادی کی جنگ میں دور دور تک اسی طرح پتہ نہیں تھا جس طرح گدھے کے سینگ کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اور آج بھی ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ماضی سے سبق سیکھنے کو کسی بھی طرح اور کسی حال میں تیار نہیں ہیں۔ اگر ہماری غفلت کا یہی سلسلہ چلتا رہا اور ہم خوابِ خرگوش میں اسی طرح بدمست ہو کر پڑے رہے تو پھر وہ دن دور نہیں جب ہمیں شاعر مشرق علامہ اقبالؔ مرحوم کی زبان میں یہی کہنا پڑے گا کہ ؎

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

کرسیِ اقتدار پر بیٹھے یہ تعصب پرست؛ لکیر کے فقیروں نے آر ایس ایس کے مقاصد کی تکمیل میں بھرپور مدد کر کے وطن عزیز کو بگاڑ وفساد کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اب تو حال یہ ہے کہ ملک کی سالمیت کو بھی ہر چہار جانب سے خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ ہر کوئی

ہمیں آنکھیں دکھانے کو اپنا ذاتی بل کہ پیدائشی حق سمجھ رہا ہے۔ یاد رکھئے کہ ہم نے کل بھی آزادیٔ وطن کی خاطر پھانسی کے پھندے کو چوم کر نئی نویلی دلہن کی طرح اس کا پُر جوش استقبال کیا اور گلے سے لگایا تھا اور آج بھی قانون وانصاف اور جمہوریت کی بقاء اور اُس کی مانگ کے سیندور کی حفاظت کے لیے ہم اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے ایک پاؤں پر بالکل تیار کھڑے ہیں ہم کسی قیمت پر بھی قانون میں تبدیلی نہیں ہونے دیں گے، نہیں ہونے دیں گے۔

سعید: مولانا صاحب! آپ نے تو واقعی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا، خیر نصیحت حاصل کرنے کے لیے اتنا ہی کم نہیں، بل کہ بہت ہے۔ عقل مندوں کے لیے تو بس اشارہ ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ بہر حال آپ کی لچھے دار باتوں اور دل شکن تقریروں سے ہماری معلومات میں اچھا خاصا اضافہ ہوا، شکریہ ادا کرنے کے لیے ہماری لغت کی دنیا میں الفاظ ہی نہیں مل رہے ہیں، اگر مل جائیں گے تو شکریہ ادا کر دیا جائے گا فی الحال ادھاری کھاتے میں رہا۔ اچھا اب آپ سے رخصتی کی اجازت چاہتا ہوں السلام علیکم

جمال: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ